تعظیم کلام اللہ الکریم

از مولانا عبداللہ العمادی

(۱)

آج کی تلویحات کا مفاد یہ ہے کہ کلام اللہ جو حیات انسانی کے لئے سرمایۂ سعادت ہے مسلمان اس کی دل سے تعظیم کریں اور یہ تعظیم ان کی جان و تن سے نمایاں ہو، اس کے لئے تعظیم کا مفہوم سمجھنے کی بھی ضرورت ہے، جس کے آغاز سے پہلے ایک تمہید کا انجام دیکھنے کے قابل ہے۔

علامہ تقی الدین احمد بن عبدالقادر المقریزی ایک شہرہ آفاق مورخ ہیں جن کی کتاب "الخطط والآثار" مصر کی جغرافی تاریخ میں ماخذ مانی گئی ہے، ان کی ایک اہم تالیف "النقود الاسلامیہ" بھی ہے جس میں اسلامی سکے کی تاریخ دی ہے، ۱۲۹۸ھ میں یہ کتاب شیخ احمد فارس شدیاق کے مطبعۃ الجوائب (قسطنطنیہ) میں چھپی تھی اس تلویح کی تمہید اسی کتاب پر مبنی ہے۔

(۲)

ہجرت نبوی کے اٹھارہویں سال جو خلافت فاروقی کا آٹھواں سال تھا، اسلامی سکے مضروب ہوئے، یہ سکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرب کرائے ان میں کسی کا نقش درم الحمد للہ تھا، کسی کا محمد رسول اللہ اور کسی کا لا الہ الا اللہ وحدہٗ۔ [1]

خلافت راشدہ میں اسی قسم کے سکے رائج تھے، بنی امیہ کے عہد میں عبدالملک بن مروان نے اس کی

[1] النقود الاسلامیہ۔ ص ۴ و ۵۔

تجدید کی اور حجاج بن یوسف نے اس کو ترقی دی، اس ذیل میں ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

كان مما ضرب الحجاج الدراهم البيض ونقش عليها "قل هو الله احد" فقال القراء قاتل الله الحجاج اى شئ صنع للناس الآن ياخذه الجنب والحائض وكانت الدراهم قبل منقوشة بالفارسية فكره ناس من القراء مسها وهم على غير طهارة وقيل لها "المكروهة" فعرفت بذلك۔

حجاج نے جو سکے ضرب کرائے ان میں چاندی کے درہم بھی تھے جن پر "قل ہو اللہ احد" نقش تھا، قاریان کلام اللہ کہنے لگے کہ "اللہ حجاج کو غارت کرے، لوگوں کے لئے یہ کیا بنا رکھا ہے، جو مرد نجس ہوں اور جو عورتوں کو طہر کی نوبت نہ آئی ہو، اب تو وہ بھی اسے لیں گے" اس سے پہلے جو درم تھے ان پر فارسی میں نقش ہوتا تھا قاریان کلام اللہ کی ایک جماعت نے بے طہارتی کی حالت میں ان سکوں کا چھونا مکروہ قرار دیا، ان کا نام "مکروہیہ" پڑ گیا اور عرف عام نے اسی نام کو شہرت دی۔

ووقع في المدينة ان مالكا رحمه سئل عن تغيير كتابة الدنانير والدراهم لما فيها كتاب الله عز وجل فقال۔ "اول ما ضربت على عهد عبد الملك بن مروان والناس متوافرون، فما انكر احد ذلك وما رأيت اهل العلم انكروه ولقد بلغني ان ابن سيرين كان يكره ان يبيع بها ويشتري، ولم ار احداً منع ذلك ههنا" يعني رحمه الله اهل المدينة النبوية

مدینہ منورہ میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ آیات قرآنی کے باعث نقش دینار و درم کو بدل دینے کے لئے امام مالک علیہ الرحمہ سے استفتا کیا گیا، امام موصوف نے فرمایا۔ اس طرح کے سکے پہلے پہل عبد الملک بن مروان کے عہد میں ضرب ہوئے تھے، اس زمانے میں بہتیرے بزرگان دین موجود تھے لیکن کسی ایک نے بھی اس کو برا نہ جانا میں نے دیکھا تک نہیں کہ اہل علم نے اس کی برائی کی ہو۔ البتہ مجھے یہ خبر ملی تھی کہ ابن سیرین ایسے سکوں سے خرید و فروخت مکروہ قرار دیتے تھے، اگر یہاں تو میں نے کسی ایک کو

اس کی ممانعت کرتے نہیں دیکھا"۔ "یہاں" سے امام مالک کی مراد اہلِ مدینہ منورہ ہیں۔

وقیل لعمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ: "ھذہ الدراھم البیض فیھا کتاب اللہ یقبلھا الیھودی والنصرانی والجنب والحائض فان رأیت ان تامر بمحوھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ جب خلیفہ ہوئے تو ان سے گذارش کی گئی کہ "چاندی کے ان درہموں پر کلام اللہ کی آیتیں نقش ہوتی ہیں، یہودی بھی ان سے معاملت کرتے ہیں، نصرانی بھی، نجس مرد بھی اور ناپاک عورتیں بھی اگر آپ کی رائے ہو تو نقوش آیات کے مٹانے کا حکم دیجئے۔

فقال۔ "اردت ان تحتج علینا الامم ان غیرنا توحید ربنا واسم نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا:۔ اس کہنے سے تمہاری غرض یہ تھی کہ دنیا کی قومیں ہم پر اعتراض کریں کہ خود ہم نے اپنے پروردگار کی توحید اور اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مٹا دیا۔[۱]

(۳)

اس طویل اقتباس سے آپ نے اندازہ کیا ہو گا کہ تعظیم کلام اللہ کے متعلق۔

اہلِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل کیا تھا؟

امام مالک رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کیا ہے؟

حضرت عمر بن عبد العزیز کیا کہتے تھے؟

دورِ صحابہ و تابعین میں کہ خیر القرون کا جزوِ ثانی تھا، کلام الٰہی کے ادب کی نسبت مذہبی رائے کیا تھی؟

بے شبہ ہر مسلمان کا مقدس فرض ہے کہ اس مجموعۂ برکت و رحمت کو ادب و احترام کی نظر سے دیکھے

اجلال و اکرام کے ساتھ اس کے لیئے گوش بر آواز رہے، یہ بھی تعظیم ہے، لیکن اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے

[۱] النقود الاسلامیہ، صفحہ ۹۔

آپ ظاہری تعظیم پر زور دیجئے، چشم ما روشن۔

آپ مسِ مصحف کے لئے طہارت شرط کیجئے، دل ما شاد۔

لیکن عمل بھی تو ایک شرط تعظیم ہے، اس کو کیوں بھول جائیے؟

نفی حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند

تعظیم و تکریم کلام اللہ کے اگر یہی معنی ہیں۔ کہ بغیر طہارت کے تلاوت نہ کی جائے۔ بے وضو کوئی اس کو چھونے نہ پائے۔ تہ بہ تہ ریشمی جزدان اس پر چڑھے رہیں بے ادبی کے خوف سے رسالوں اور اخباروں میں اس کی آیتیں نہ لکھی جائیں۔ تو کیا اتنا کر لینے سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے؟

فرض کرو ایک شخص کا عمل قرآن پر نہیں ہے اور اس کے کردار و گفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام آلٰہی کی عزت سے اس کا دل بے بہرہ ہے۔ مگر ظاہری تعظیم میں وہ نہایت مبالغہ کرتا ہے اور ہمیشہ سے جو رسم و رواج چلا آتا ہے۔ اس کے مطابق مروجہ عظمت کا بڑی سختی سے پابند ہے۔ کیا تم ایک لحظ کے لئے بھی اس کی تعظیم کو قرآن کریم کی اصلی تعظیم پر محمول کر سکتے ہو؟

اصلی تعظیم ظاہرداریوں سے بے نیاز ہے اس کا منشا محض اس قدر ہے کہ آسمانی کتاب جن تعلیمات کو دنیا میں عام کرنا چاہتی ہے اور نوع انسان کی بھلائی کے لئے جو احکام اس نے مقرر کر رکھے ہیں۔ ان کی پابندی کی جائے۔

قرآن اس لئے نہیں اترا تھا کہ لوگ اس کو آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کو کافی سمجھیں قرآن کے نازل ہونے کی خاص غرض یہ تھی کہ دنیا اس کی روشنی سے منور ہو اور اہل دنیا اس کو اپنے معاملات کا دستور العمل بنائیں۔

(۴)

ظاہری عظمت کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ خود قرآن کریم نے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔

(پاکوں کے سوا کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا) کی تاکید کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آیت کا مفہوم ہی غلط سمجھا گیا ہے۔ کفار کو اعتراض تھا۔ کہ قرآن منجانب اللہ نہیں ہے۔ یہ بنائی ہوئی باتیں ہیں خدا نے اس وہم کی تکذیب کی اور فرمایا کہ :۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ۔ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔

یہ قرآن تو بڑی بزرگی کا قرآن ہے۔ محفوظ کتاب میں موجود ہے۔ پاکوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ کیا تم اس کلام سے منکر ہو اور تم نے اپنا راتب باندھ لیا ہے کہ (اس کو) جھٹلاتے ہی رہو گے۔ (سورہ واقعہ۔ رکوع ۳ آیت ۷۷، ۸۲)

آیت میں صاف مذکور ہے کہ کفار کو اس پاک کلام کے کلام اللہ ہونے سے انکار تھا اور انہوں نے اس کے جھٹلانے کو اپنا فرض قرار دے رکھا تھا جس کے جواب میں بتایا گیا۔ کہ یہ لوح محفوظ میں بڑی احتیاط سے لکھا ہوا موجود ہے۔ اور خدا کے پاک نفس بندوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے تک نہیں پاتا پھر اس میں کمی و بیشی کی گنجایش کہاں رہی۔ اور کوئی اس کو جھٹلا کیونکر سکتا ہے؟

(۵)

اس آیت کی تفسیر میں متعدد حدیثیں مذکور ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ و جابر بن زید و ابو نہیکؒ سے روایت ہے کہ "وہ قرآن جو آسمان پر ہے پاکوں کے علاوہ کوئی اور اسے نہیں چھو سکتا۔"

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ "مطلب یہ ہے کہ قرآن ایسی محفوظ کتاب ہے کہ اس پر غبار تک نہیں آسکتا۔"

ضحاک کہتے ہیں کہ "کفار کو گمان تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر شیاطین نے قرآن نازل کیا ہے

اس کا جواب بلاکہ وہ تو محفوظ کتاب ہے۔ پاکوں کے علاوہ تو اس کو کوئی چھو تک نہیں سکتا۔ وہاں کسی کی دسترس کہاں "۔

سعید ابن جبیر و عیسی ابو نہیک و جابر بن زید و مجاہد نے۔ لا یمسہ الا المطہرون۔ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ "اس سے مراد فرشتے ہیں"۔

ابو العالیہ و ابن زید و قتادہ نے روایت کی ہے کہ "یہ مطلب کہ پاکوں کے سوا کوئی قرآن کو چھونے نہیں پاتا۔ اس میں پاکوں سے خدا کے پاک فرشتے۔ مقدس پیغمبر اور پاکیزہ خصال و پرہیزگار بندے مراد ہیں اور قرآن سے وہ قرآن مراد ہے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے؛ ورنہ دنیا میں تو اس کو ناپاک مجوسی اور گندے منافق بھی چھوتے ہیں"۔

اسی طرح کی اور بہت سی روایتیں تفسیر ابو جعفر ابن جریر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

آیت میں نہ صیغۂ نہی وارد ہے اور نہ معنوی نہی کی صورت نکلتی ہے بات صرف اتنی تھی کہ قرآن کریم کے محفوظ و منجانب اللہ ہونے کا یقین دلانا تھا۔

(۶)

ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں کہ قرآن کریم کی ظاہری تعظیم ترک کر دی جائے۔ مدعا صرف اس قدر ہے۔

(۱) مسلمانوں کا ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہئے حیف ہے کہ ظاہر میں تو قرآن کریم کا ہم اس قدر ادب کریں کہ جبتک وضو و غسل نہ ہو اس کو چھونا اور اس کے الفاظ کا زبان پر لانا ممنوع سمجھیں اور باطن کا یہ حال ہو کہ تعلیمات قرآنی سے ہماری روش اتنی مخالف رہے کہ گویا دل کو یہ بھی یقین نہیں۔ کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے اور اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے۔

۲۔ اصل تعظیم یہ ہے کہ قرآن کریم کے احکام پر ہمارا عمل ہو، اور ظاہری تعظیم یہ ہے کہ کلام اللہ

عمل کرنے کے ساتھ کلام اللہ کے مروج احترام میں بھی کوئی دقیقہ رہ نہ جائے باطن وظاہر دونوں حیثیتوں سے ہم پر وہ دونوں حدیثیں صادق آئیں جن میں ایک سے کان عملہ القران کی ترغیب نکلتی ہے اور دوسری تخلقوا باخلاق اللہ کی ہدایت کرتی ہے ظاہر ہے کہ اخلاق اللہ سے تخلق بغیر اس کے ممکن نہیں کہ ہم کلام اللہ سے رجوع کریں اور باطن وظاہر ہر حیثیت سے اس کی تعظیم بجا لائیں

۳۔ یہ نہایت مخدوش استدلال ہے کہ "فلاں بزرگ جو تنکا نظر آتا تھا اس کو اٹھا لیتے تھے کہ یہ الف کی شکل اور یہ ب کی صورت ہے۔ فلاں بزرگ نے سن کے کھیت میں داخل ہوتے ہی جوتا اتار لیا کہ اس کا کاغذ بنتا ہے اور اس پر قرآن شریف لکھا جاتا ہے میں اس میں جوتا پہنے کیوں کر چلوں" بے شبہ یہ واقعات ان بزرگوں کے کمال احترام کا نتیجہ ہیں۔ مگر جہاں وہ اس ظاہری ادب کے پابند تھے وہاں کلام اللہ کی اصلی عظمت بھی ان کے دل میں اس قدر تھی کہ تمام عادات واطوار اسی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے اور اسی کے نمونے بنے ہوئے تھے۔

۴۔ ظاہری تعظیم (یعنی بے طہارت نہ چھونے) کے لئے قرآن کریم سے جو دلیل پیش کی جاتی ہے اس سے یہ مقصد نہیں ثابت ہوتا۔

۵۔ جو لوگ خدانخواستہ آیات قرآنی کی بے حرمتی کرتے ہیں وہ خود گنہگار ہوں گے لیکن اس خوف سے یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کی تحریر و تقریر میں آیتیں آنے ہی نہ پائیں۔ خدائے تعالیٰ کے احکام میں تو ابھی تک اس ممانعت کی تصریح نظر نہیں آئی۔

۶۔ یہ فتویٰ کہ "بجائے آیت نقل کرنے کے سورہ و آیہ کا نمبر لکھ کر اس کے ترجمہ کا حوالہ دیدیا کریں" شاید ان راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے لئے تشفی بخش نہ ہو جن کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی جزو کا ترجمہ بغیر اصل عبارت کے لکھنا اس لئے قابل احتراز ہے کہ ممکن ہے کسی وقت میں یہ رواج عام ہو جائے۔ انجیل و تورات کی طرح قرآن کے لئے بھی لوگ صرف ترجمہ کافی سمجھنے لگیں اور انہیں کی طرح مبادا اس میں

بھی تحریف کی گنجایش نکل آئے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ کیا تعظیم صرف قرآن کے الفاظ کی ہونی چاہئے اس کے مطالب کی نہ ہونی چاہئے۔ لفظ کی عظمت میں اگر معنے کا دخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ کلام اللہ کے صرف الفاظ مقدس مانے جائیں۔ لفظ و معنی اگر دونوں مقدس و متبرک ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ آیات قرآنی کے الفاظ تو اس لئے نہ لکھے جائیں۔ کہ ان کی بے ادبی ہوگی اور معانی ترجمہ کرکے اس لئے لکھدے جائیں۔ کہ اس کی بے ادبی ہوئی بھی تو کچھ مضایقہ نہیں۔